زر کے ارتقائی مراحل اور احکامِ شرعیہ پر اس کے اثرات

(فقہی و تاریخی جائزہ)

The Evolutionary stages of money and the Effects of the Islamic sharia Infunctions on it (An Islamic Jurisprudence and Historical Review)

☆مفتی بخت شید

پی ایچ ڈی سکالر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

☆☆ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

ڈائریکٹر سیرت چیئر، صدر شعبہ قرآن وسنہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

ABSTRACT:

Money has been acquiring the primordial position throughout the periods of human history as every matter and dealing of give and take and sale and purchase have been based on money here money means every barter instrument that has been in use and practice it may have been in any shape and form people have been using different shapes and forms of money for there give and take since the primitive time till now. It has been changing its shapes and forms in different time had been gold and silver coins in use for a long time. So, the gold and silver coins there remained in use and practice in the era of the holy prophet. This use remained in practice for centuries later on the paper money was introduced in use and practice. In those time there used to be hundred (100%) percent gold used on the back of the paper note (Currency) This practice of gold with the currency in paper form money rendered it to a receipt. However, with the passage of time the conditions and positions kept on changing and the ratio of gold in the used had been reduced on the note (Currency) up till the paper money acquired its permanents position and value as the currency of the day. This gave the paper money the position and value of a legal tender and customer price. In the present time the use of digital money is in increasing, many countries, around the world, are increasing introducing the use of digital currency. The digital currency has been in use and practice in many countries of the world. The most famous is the butt queen which is saved in computer or in any other device and its prepared without the involvement of the government.

In view the research article brings out in light the Evolutionary history of money during the its evolutionary stages and review of the infunction of the Sharia and Islamic Jurisprudence taking the effects.
Key Words: Currency, Sharia, Jurisprudence, Quraan, Sunnah

تمہید

خرید و فروخت اور باہمی لین دین کے تمام معاملات کا دارومدار زر پر ہی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ معاشی اور اقتصادی نظام میں زر کو بنیادی اکائی کی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کا ہر معاشی نظام زر کی اہمیت اور اولیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اسلامی نظام اقتصاد بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کرتا۔ جس طرح دنیا کے دیگر نظاموں میں وقت گزرنے کے ساتھ ترقی ہوئی اور وہ ارتقائی مراحل طے کر کے جدید شکل اختیار کر چکے ہیں یہی صورتحال زر کی بھی ہے، جو مختلف شکلوں سے گزر کر موجودہ صورت میں موجود ہے اور مزید ارتقائی مراحل کی جانب گامزن ہے، اس ارتقاء میں احکام شرعیہ پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں، کئی مراحل میں احکام شرعیہ کے حوالے سے مختلف اہلِ علم کے نقطہ نظر میں اختلاف بھی پایا گیا ہے۔ زر کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اہلِ علم حضرات نے اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ زیرِ نظر آرٹیکل میں اسلامی نقطہ نظر سے زر کی حقیقت، کرنسی نوٹوں اور ڈیجیٹل کرنسی کی شرعی حیثیت اور اس کے تاریخی ارتقاء پر روشنی ڈالی جائے گی۔

زر کا تعارف

زر کو انگلش میں (Money) جبکہ عربی میں "نَقد" کہا جاتا ہے۔ علامہ زبیدی فرماتے ہیں:

"النقد: خلاف النسيئة ۔ ۔ ۔ و النقد الجيد الوازن من الدراهم."1

"نقد کا مطلب یہ ہے کہ ادھار نہ ہو، ایسا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو اس کو بھی نقد کہتے ہیں۔"

المعجم الوسیط میں لکھا ہے:

"والعملة من الذهب أو الفضة وغيرهما مما يتعامل به وفن تمييز جيد الكلام من رديئه وصحيحه من فاسده"2

"نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لوگ لین دین کرتے ہیں خواہ وہ سونے کی ہو یا چاندی کی ہو یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کی ہو (جیسے کاغذی کرنسی)۔ عمدہ اور ردی اور صحیح و فاسد کلام کے درمیان فرق کرنے کے فن کو بھی نقد کہتے ہیں۔"

عباراتِ فقہاء میں نقد کا اطلاق تین معنوں پر ہوتا ہے جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

1: سونے چاندی کی دھاتیں خواہ وہ سکوں کی شکل میں ہوں یا ڈلی کی صورت میں۔ چنانچہ فقہاء کرامؒ کے کلام میں "نقدان" کا استعمال سونے چاندی کے لئے بکثرت ہوا ہے۔

2: سونے چاندی کے سکوں کے لئے خواہ وہ جید ہوں یا ردی۔ جبکہ دیگر دھاتوں کے سکوں کو فلوس کہا جاتا ہے، جیسا کہ امام سرخسیؒ کا قول ہے:

"ألا ترى أن الفلوس تروج تارة وتكسد أخرى وتروج في ثمن الخسيس من الأشياء دون النفيس بخلاف النقود"3

" فلوس کبھی رائج ہوتے ہیں اور کبھی ان کا رواج ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خسیس (کم قیمت والی اشیاء) کی قیمتوں میں فلوس رائج ہیں نہ کہ قیمتی اشیاء میں بخلاف نقود کے۔"

یہاں امام سرخسیؒ نے فلوس اور نقود کے فرق کو واضح فرمایا ہے۔

3: ہر وہ چیز جو آلۂ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہو چاہے وہ سونے کی ہو یا چاندی، چمڑے، پیتل اور کاغذ وغیرہ کی ہو۔ بشرطیکہ اس کو قبولیتِ عامہ حاصل ہو۔ عصرِ حاضر میں اسی تیسرے معنیٰ کے لئے نقد کا استعمال ہوتا ہے۔[4]

زر کی خصوصیات کے بارے میں ماہرینِ اقتصادیات وفقہاءؒ کا نقطہ نظر

زر کے لئے کچھ لازمی خصوصیات وصفات ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ ماہرینِ اقتصادیات سے زر کی مندرجہ ذیل تین خصوصیات منقول ہیں:

"إن للنقد ثلاث خصائص متى توفرت في مادة ما اعتبرت هذه المادة نقدا. الأولى: أن يكون وسيطا للتبادل. الثانية: أن يكون مقياسا للقيم. الثالثة: أن يكون مستودعا للثروة. وعلى هذا الأساس قيل إن النقد هو أي شيء يلقى قبولا عاما كوسيط للتبادل مهما كان ذلك الشيء وعلى أي حال يكون"5

"زر کی تین خصوصیات ہیں جس مادہ میں بھی یہ پائی جائیں وہ زر شمار ہو گا: پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مبادلے کا ذریعہ ہو۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ قیمتوں کا پیمانہ ہو۔ تیسری خصوصیت یہ کہ وہ مال محفوظ کرنے کا ذریعہ ہو۔ اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ زر ہر وہ چیز ہے جو باہمی مبادلے کا ذریعہ ہو چاہے وہ کچھ بھی ہو اور کسی بھی حالت میں ہو۔"

فقہاء کرامؒ سے بھی یہ صراحت منقول ہے کہ کسی چیز کے زر بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آلہ مبادلہ ہو، چنانچہ فقہ مالکی کی معروف کتاب المدونہ میں امام مالکؒ کا قول منقول ہے:

"لو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتى تكون لها سكة وعين لكرهتها أن تباع بالذهب والورق نظرة"6.

"اگر لوگ چمڑوں کے ذریعے آپس میں خرید و فروخت کو ترویج دیں یہاں تک کہ چمڑے کرنسی اور زر کی حیثیت اختیار کریں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کے ادھار فروخت کو ناپسند کروں گا۔"

یعنی اگر چمڑا بھی کرنسی اور زر کی حیثیت سے رائج ہو جائے تو اس پر بھی درہم و دینار والے احکام جاری ہوں گے۔ اس سے ماہرینِ اقتصادیات کے مذکورہ قول کی تائید ہوتی ہے، کہ ہر وہ چیز جس کو قبولیتِ عامہ مل جائے وہ زر کے زمرے میں ہے۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نجیمؒ امیر خراسان غطریف بن عطاء کندی کی طرف منسوب غطارفہ نامی دراہم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وذكر الولوالجي أن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين لأنها اليوم من دراهم الناس وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الأول وإنما يعتبر في كل زمان عادة أهل ذلك الزمان"۔7

"ولوالجیؒ نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ نامی دراہم جب دو سو ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہو گی، کیونکہ آج کے زمانے میں یہ مروج دراہم ہیں اگرچہ پہلے زمانے میں یہ رائج نہیں تھے۔ اور ہر دور میں اس زمانے کے لوگوں کا رواج اور عرف معتبر ہوتا ہے۔"

اس سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ زر سونے چاندی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ قیمتوں کے تعین کے لئے جو بھی پیمانہ معاشرے میں قبولیت حاصل کرے اور لوگوں کے درمیان رائج ہو جائے وہ زر کے زمرے میں آتا ہے۔

زر کی اقسام

بنیادی طور پر زر کی دو قسمیں ہیں: (الف) زرِ حقیقی (ب) زرِ اعتباری

حقیقی زر سے مراد سونا، چاندی اور ان سے بنے ہوئے دراہم و دنانیر ہیں، ان کو زرِ حقیقی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کی قوتِ خرید فطری اور طبعی ہے، کیونکہ اگر ان کا رواج زر کی حیثیت سے ختم ہو جائے تب بھی جنس کے اعتبار سے ان کی ذاتی مالیت برقرار رہتی ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ زر کی باقی تمام اقسام خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں اعتباری زر کہلاتی ہیں۔ انہیں اعتباری زر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اگر ان کا رواج زر کی حیثیت سے ختم ہو جائے تو ان کی افادیت سونے چاندی کی طرح نہیں رہتی۔

زر اور کرنسی میں فرق

زر اور کرنسی دونوں آلۂ مبادلہ ہیں اور ان کے ذریعے اشیاء کی قیمتوں کا تعین کیا جاتا ہے، مگر زر کا مفہوم کرنسی کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے، کیونکہ کرنسی کے علاوہ دیگر وہ چیزیں جنہیں معاشرے میں آلۂ مبادلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی زر میں شامل ہیں۔ جبکہ کرنسی کا اطلاق صرف کاغذی زر پر ہوتا ہے۔

زر کا ارتقاء

زر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی کے بطورِ زر استعمال ہونے سے پہلے دنیا میں اجناسی زر کا نظام رائج تھا۔ جس کے تحت ہر علاقے کے لوگوں نے اپنے علاقے میں مقبول اشیاء کو زر کا درجہ دیا تھا، چنانچہ مختلف علاقوں میں مختلف اجناس بطورِ زر کے استعمال ہوتے تھے، بعض علاقوں میں چمڑا، بعض میں چاول اور بعض میں نمک بحیثیتِ زر استعمال ہوتا تھا۔ ڈاکٹر عبد اللہ بن سلیمان منیع رقمطراز ہیں:

"اس نظام میں یہ طے پایا کہ ایسی اشیا کو زر بضاعتی قرار دیا جائے جن میں حسابی وحدت، قیمتوں کی یکسانیت، بحیثیتِ مال جمع کیے جانے کی استعداد اور قوتِ خرید موجود ہو۔ یہ اشیاء نوعیت کے اعتبار سے مختلف تھیں مثلاً ساحلی علاقہ جات میں موتیوں کو بطورِ ثمن (زر) استعمال کیا گیا۔ سرد علاقوں میں پشم کو ثمن ٹھہرایا گیا۔ جبکہ معتدل موسم کے حامل ممالک میں آباد لوگوں کی خوشحال زندگی اور آسودہ حالی کی بنا پر خوبصورت اشیاء (مثلاً قیمتی پتھروں کے نگینے، عمدہ لباس، ہاتھی کے دانت اور مچھلیوں وغیرہ) کو کرنسی قرار دیا گیا۔ جاپان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں چاول کو بطورِ کرنسی استعمال کیا گیا جبکہ وسطِ ایشیا میں چائے، وسطی افریقہ میں نمک کے ڈلوں اور شمالی یورپ میں پوستین کو کرنسی قرار دیا گیا۔"[8]

مگر چونکہ اشیاء کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں، نیز ان کے ضائع ہونے کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں اس لئے یہ نظام مستقل جاری نہ رہ سکا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد لوگوں نے ان اشیاء کی جگہ سونے چاندی کا استعمال شروع کیا، جس نے رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے سکوں کی شکل اختیار کر لی۔ قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں دراہم رائج تھے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ﴾[9]

"انہوں نے (حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) اس کو انتہائی کم قیمت میں فروخت کیا جو گنتی کے چند درہم تھے۔"

مفتی تقی عثمانی سکوں کے آغاز پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اس کے بعد ڈھلے ہوئے سکوں کا رواج شروع ہو گیا، بعض شہروں میں سونے کے ڈھلے ہوئے سکے اور بعض شہروں میں چاندی کے ڈھلے ہوئے سکے رواج پاتے گئے۔۔۔۔ جن پر دونوں طرف مہر ثبت ہوتی تھی۔ اس نظام کو معیاری قاعدہ زر (Gold Specie Standard) کہا جاتا ہے، اس نظام کو سب سے پہلے چینیوں نے ساتویں صدی عیسوی قبل مسیح میں رائج کیا تھا۔[10]

عہدِ نبوی ﷺ کی کرنسی

احادیث مبارکہ اور سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ دراہم و دنانیر تھے، چنانچہ احادیث طیبہ میں ان کا تذکرہ بکثرت پایا جاتا ہے۔ البتہ اس وقت ان کے وزن کا اعتبار کیا جاتا تھا نہ کہ گنتی کا۔ نیز اس وقت مختلف وزنوں والے دراہم رائج تھے، جنہیں اسلام نے برقرار رکھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"الوزن وزن أهل مكة والمكيال مكيال أهل المدينة"11

"وزن اہلِ مکہ کا معتبر ہے اور پیمانہ اہلِ مدینہ کا"

بعد میں جب نصابِ زکوۃ کے لیے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو مسلمانوں نے مختلف وزن والے دراہم کو جمع کر کے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا، چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا۔ جس کے دس دراہم کا وزن سونے کے سات مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ (جس کو اصطلاحِ فقہاء میں وزنِ سبعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) اسلامی دراہم اسی بنیاد پر بنائے گئے۔ اس پر مسلمان فقہاء کرام اور مورخین کا اتفاق ہے۔[12] جیسا کہ علامہ خطابیؒ حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں:

"فقوله الوزن وزن أهل مكة يريد وزن الذهب والفضة خصوصا دون سائر الأوزان ومعناه أن الوزن الذي يتعلق به حق الزكاة في النقود وزن أهل مكة وهي دراهم الإسلام المعدلة منها العشرة بسبعة مثاقيل"۔13

"آپ ﷺ کے فرمان "وزن اہلِ مکہ کا معتبر ہے" اس سے مراد خاص طور پر سونے (دینار) اور چاندی (درہم) کا وزن ہے نہ کہ تمام اوزان۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ وزن جس کے ساتھ حقِ زکوۃ متعلق ہوتا ہے وہ اہلِ مکہ کا وزن ہے جو کہ اسلامی دراہم ہیں جن کے دس کا وزن سات مثقال کے برابر ہوتا ہے۔"

البتہ اس تحدید اور تعیین کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول کے مطابق یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوا جب کہ دوسرے قول کے مطابق یہ بنوامیہ کے دورِ حکومت میں ہوا۔ علامہ ابن خلدونؒ قولِ اول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حق یہ ہے کہ درہم و دینار کی مقدار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں مقرر اور معلوم ہو چکی تھی۔"[14]

بہر حال جو بھی صورت ہو مگر فقہا اور مؤرخین فرماتے ہیں کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہا گیا:

"یفتی في کل بلد بوزنهم"۔15

"ہر علاقے میں وہاں کے وزن کے اعتبار سے فتویٰ دیا جائے گا۔"

مذکورہ معیاری درہم جس پر اجماع ہو چکا ہے اس کا وزن عصرِ حاضر کے مروجہ اوزان کے لحاظ سے 2.975 گرام ہے۔ جو کہ زکاۃ، دیت، مہر، نصابِ سرقہ وغیرہ حقوقِ شرعیہ کی ادائیگی کے لئے معیار ہے۔[16]

اسی طرح نبی کریم ﷺ اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ادوار میں دینار کو بھی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی، جیسا کہ روایات میں اس کی تصریح ملتی ہے۔ عبد الملک بن مروان نے اپنے دور میں ایک دینار جاری کیا جس کا وزن مکی دینار کے برابر تھا، جو کہ درمیانی درجے کے بہتر جو کے برابر تھا۔ یہی دینار کا وہ وزن ہے جس پر ابتداء اسلام سے اجماع اور توارث چلا آرہا ہے۔ اسی کو دینار شرعی کہا جاتا ہے۔[17] دینار شرعی کے بارے میں علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

"ایک دینار اوسط درجے کے بہتر جو کے برابر ہوتا ہے، اس وزن کو محققین نے نقل کیا ہے اور ابن حزمؒ کے علاوہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے۔"[18]

شرعی دینار کا وزن عصرِ حاضر کے اوزان کے اعتبار سے 4.374 گرام ہے۔[19]

کاغذی کرنسی کی ابتداء

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سونے اور چاندی کے سکوں کا رواج کم ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ ان کی جگہ کاغذی کرنسی رائج ہو گئی، کیونکہ یہ سکوں کی نسبت نقل و حمل میں آسان ہیں، چنانچہ عرصہ دراز سے پوری دنیا پر اسی کرنسی کی حکمرانی ہے۔ کاغذی کرنسی کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی ابتداء چین سے ہوئی ہے، جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیۃ کی مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

"قد عرف التعامل بالأوراق النقدية قديما، فقد حكى المقريزي أنه لما رحل إلى بغداد أخرج له أحد التجار ورقة فيها خطوط بقلم الخطا أي بالخط المغولي"۔20

"کاغذی کرنسی کا تعامل قدیم زمانے سے معروف ہے، مقریزیؒ نے حکایت کی ہے کہ جب آپ بغداد کے سفر پر گئے تو وہاں کے ایک تاجر نے ان کو ایک کاغذ (کرنسی) دیا جس پر چینی زبان سے کچھ لکھا ہوا تھا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاغذی کرنسی کا موجد چین ہے، البتہ بعد میں اس کا رواج بڑھتا چلا گیا جس کے نتیجے میں پوری دنیا نے اس کی حیثیت تسلیم کی۔ کاغذی کرنسی کی ابتداء کے اسباب اور طریقہ کار پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

"سکے چاہے سونے کے ہوں یا چاندی کے، اگرچہ سامان اور اسباب کے مقابلے میں ان کی نقل و حمل آسان ہے لیکن دوسری طرف ان کو چوری کرنا بھی آسان ہے۔ اس لئے مالداروں کے لئے ان سکوں کی بہت بڑی مقدار کو ذخیرہ کر کے گھروں میں رکھنا مشکل ہو گیا، چنانچہ وہ لوگ ان سکوں کی بہت بڑی مقدار کو سناروں اور صرافوں کے پاس بطورِ امانت کے رکھوانے لگے، اور وہ سنار اور صراف ان سکوں کو اپنے پاس رکھتے وقت ان امانت رکھنے والوں کو بطورِ وثیقہ کے ایک کاغذ یا رسید جاری کر دیتے۔ آہستہ آہستہ جب لوگوں کو ان سناروں پر اعتماد زیادہ ہو گیا تو یہی رسیدیں، جو ان سناروں نے امانت قبول کرتے وقت بطورِ دستاویز جاری کی تھیں بیع و شراء میں بطورِ ثمن کے استعمال ہونے لگیں۔"[21]

اس سے کرنسی نوٹوں کے آغاز و ارتقاء اور اس کے اسباب و وجوہات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ باقاعدہ حکومتی سطح پر نوٹوں کا اجراء ہونے لگا۔ شروع میں ان نوٹوں کے پشت پر سونا ہوتا تھا، کاغذی نوٹوں کی حیثیت محض رسید کی ہوتی تھی، چنانچہ جتنا سونا ہوتا تھا اتنے ہی نوٹ جاری کئے جاتے تھے، مگر رفتہ رفتہ معاشی وجوہات کی بناء پر سونے کی مقدار سے زیادہ نوٹ جاری کئے جانے لگے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نوٹوں اور سونے کے تناسب میں تفاوت بڑھتا گیا یہاں تک کہ یہ تناسب نام کی حد تک ہی رہ گیا۔

ڈیجیٹل کرنسی کا آغاز

کرنسی نے مزید ترقی کرتے ہوئے ڈیجیٹل صورت اختیار کر لی ہے، چنانچہ عصرِ حاضر میں کاغذی کرنسی کے بعد ڈیجیٹل کرنسی کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ ڈیجیٹل کرنسی کی مختلف شکلیں دنیا کے مختلف خطوں میں متعارف ہو رہی ہیں، جن میں سب سے زیادہ معروف بٹ کوئن ہے۔

پہلی دفعہ بٹ کوئن کی تجویز 1998ء میں پیش کی گئی تھی، جبکہ پہلے بٹ کوئن کی تفصیلات اور اس کے حق میں دلائل 2009ء میں ساتوشی ناکاموٹو کی Cryptography ملنگ لسٹ میں شائع ہوئے تھے۔ 2010ء میں ساتوشی نے اس پروجیکٹ کو چھوڑ دیا جس کے

بعد ڈویلپرز نے اس پر کام شروع کیا۔ جو کافی حد تک اس میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ اب دنیا بھر میں انفرادی اور کاروباری سطح پر بٹ کوئن کے لین دین میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔[22]

بٹ کوئن دراصل کرپٹو کوئن کی سب سے پہلی اور اہم قسم ہے، بٹ کوئن کے علاوہ اس وقت مارکیٹ میں کئی اور کوئن بھی آچکے ہیں جن میں لائٹ کوئن، پیئر کوئن، فیدر کوئن، ورلڈ کوئن، مون کوئن وغیرہ شامل ہیں۔[23]

بٹ کوئن اور رائج کرنسیوں کے درمیان فرق مندرجہ ذیل نکات سے واضح ہو سکتا ہے:

1۔ بٹ کوئن مکمل طور پر ڈیجیٹل کرنسی ہے جس کا خارجی طور پر مادی وجود نہیں ہوتا بلکہ اس کا وجود انٹرنیٹ تک محدود ہوتا ہے، اور کمپیوٹر میں محفوظ رہتا ہے جبکہ دیگر مروج کرنسیاں خارجی طور پر مادی شکل میں موجود ہوتی ہیں۔

2۔ بٹ کوئن کسی ریاست یا مرکزی ادارے مثلاً بینک وغیرہ کے ماتحت اور زیرِ ملکیت نہیں ہوتا بلکہ براہِ راست عوام کی ملکیت میں ہوتا ہے، کیونکہ بٹ کوئن کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ کرنسی کو کسی خاص سٹیٹ یا حکومت کے ماتحت اور زیرِ ملکیت ماننے کے بجائے آزاد اور خود مختار حیثیت دی جائے۔ اور اس کو پوری دنیا میں ایک ہی شکل وحیثیت کی عالمگیر کرنسی کی حیثیت دی جائے۔ جبکہ دیگر رائج کرنسیاں ریاستوں کے ماتحت ہوتی ہیں وہ جب چاہیں ان میں تبدیلی کر سکتے ہیں اور رائج نوٹوں کی جگہ دیگر نوٹ رائج کر سکتے ہیں۔

3۔ بٹ کوئن کمپیوٹر کے سرور میں محفوظ ہوتا ہے۔ اور اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا عمل انٹرنیٹ یا ڈیجیٹل ڈیوائس کے ذریعے ہوتا ہے جبکہ دیگر کرنسیاں اس طرح نہیں ہیں۔[24]

اجراءِ زر کا اختیار

زر کے اجراء کا اختیار نہ ہر کسی کو حاصل ہے اور نہ ہی یہ ملک وقوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے، بلکہ اگر ہر شخص کو زر جاری کرنے کی اجازت دی جائے تو مختلف قسم کے معاشی حالات اور مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اور دھوکہ وفراڈ کی نت نئی شکلیں وجود میں آسکتی ہیں۔ اسی وجہ سے شریعت نے عوام کو اس طرح کے اقدامات سے منع کرتے ہوئے صرف حکومت کو کرنسی جاری کرنے کا اختیار دیا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"ویکره لغیر الإمام ضرب المغشوش لما ذکرنا في الإمام ولأن فیه افتئاتا علی الإمام ولأنه یخفی فیغتر به الناس----- قال أصحابنا ویکره أیضا لغیر الإمام ضرب الدراهم والدنانیر وإن کانت خالصة لأنه من شأن الإمام ولأنه لا یؤمن فیه الغش والإفساد"۔[25]

"امام کے علاوہ کسی اور کو کھوٹے دراہم بنانے کی اجازت نہیں، کیونکہ اس میں امام پر ظلم اور جرات ہے اور عام آدمی کے حق میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ غائب ہو جائے جو لوگوں کے ساتھ فراڈ اور دھوکہ کا سبب بن جائے۔۔۔ ہمارے فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ امام کے علاوہ کسی اور کو دراہم اور دنانیر بنانے کی اجازت نہیں اگرچہ وہ خالص ہی ہوں، کیونکہ درہم و دینار بنانے کا حق امام کو ہے دوسرے لوگوں کو اس لیے بھی اجازت نہیں کہ اس میں جعل سازی اور بگاڑ کا اندیشہ ہے۔"

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے اور عام لوگوں کے لئے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ زر جاری کریں، بلکہ ایسا کرنے والے کو مستحق سزا قرار دیا ہے خواہ کوئی خالص سونے یا چاندی کا زر ہی کیوں نہ بنائے۔[26]

خلاصہ یہ کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے صرف حکومت کو ہی زر جاری کرنے کا اختیار ہے حکومت کے علاوہ کسی کو بھی یہ اختیار نہیں، کیونکہ اس طرح جعلسازی اور دھوکے و فراڈ کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے جو فتنے و فساد کا باعث ہے۔

زر کی مختلف قسموں کا شرعی جائزہ

زر کے مختلف ارتقائی مراحل کے بعد اس کی شرعی حیثیت کی وضاحت کی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ زر مختلف مراحل طے کر کے موجودہ کاغذی اور ڈیجیٹل کرنسی کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جہاں تک اجناس اور سونے چاندی کا تعلق ہے تو ان کی شرعی حیثیت بالکل واضح ہے کیونکہ یہ چیزیں بذاتِ خود مالیت رکھتی ہیں، زر ہونے اور نہ ہونے سے ان کی مالیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا ان کے عوض خرید و فروخت، زکوۃ اور حقوق کی ادائیگی وغیرہ سب جائز ہیں۔

کاغذی کرنسی کے بارے میں شرعی نقطہ نظر

کاغذی کرنسی بھی چونکہ مختلف ادوار سے گزر چکی ہے، اس لئے اس کی شرعی حیثیت پر اس کے ارتقاء کے اثرات مرتب ہوتے چلے آئے ہیں۔ کاغذی کرنسی کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے ہیں تاہم بنیادی طور پر دو قسم کی آراء پائی جاتی ہیں:

پہلا موقف

ایک عرصے تک چونکہ کاغذی کرنسی کی حیثیت محض رسید کی ہوتی تھی اور اس کے پشت پر باقاعدہ سو فیصد سونا ہوتا تھا، اس صورتحال کے پیشِ نظر بہت سے فقہاء کرامؒ نے اس کو رسید اور مالی دستاویز قرار دیا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نوٹ اس قرض کی رسید اور وثیقہ ہے جو نوٹ والے کا بینک کے ذمے واجب ہے، یہ نوٹ نہ ثمن ہیں اور نہ ہی مال۔ اس رائے کے مطابق کاغذی نوٹ کے چند احکام حسبِ ذیل ہیں:

1۔ سونے چاندی کی خرید و فروخت

مذکورہ رائے کے مطابق چونکہ نوٹ اس سونے کی رسید ہے جو بینک کے ذمے قرض ہے، لہٰذا نوٹ کے بدلے سونے چاندی کی خرید و فروخت جائز نہیں، کیونکہ یہ درحقیقت سونے چاندی کا معاملہ سونے کے ساتھ ہے جس کو فقہی اصطلاح میں "بیع صرف" کہتے ہیں، اور "بیع صرف" میں عوضین پر مجلسِ عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے، جبکہ یہاں سونے کی رسید پر قبضہ ہوا ہے سونا بینک کے ذمے قرض ہے، لہٰذا یہ خرید و فروخت ناجائز ہے۔

شیخ محمد امین شنقیطیؒ اسی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"الذي يظهر لي والله تعالى أعلم أنها ليست كعروض التجارة، وأنها سند بفضة وأن المبيع الفضة التي هي سند بها. ومن قرأ المكتوب عليها فهم صحة ذلك، وعليه فلا يجوز بيعها بذهب ولا فضة ولو يدا بيد ; لعدم المناجزة بسبب غيبة الفضة المدفوع سندها ; لأنها ليست متمولة ولا منفعة في ذاتها أصلا".27

"مجھے یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ کرنسی نوٹ سامانِ تجارت کی طرح نہیں ہیں، بلکہ یہ چاندی کی رسید ہیں، اور درحقیقت مبیع (بیچی گئی چیز) وہ چاندی ہے جس کی یہ رسید ہیں، جو شخص ان نوٹوں پر لکھی عبارت پڑھے گا اس کو ہماری رائے کا درست ہونا خود معلوم ہو جائے گا، لہٰذا ان نوٹوں کے عوض سونے چاندی کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اگرچہ معاملہ نقد ہو، کیونکہ جس چاندی کی رسید دی گئی ہے وہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے دونوں طرف سے مجلس میں قبضہ نہیں پایا گیا۔ اور یہ کاغذی نوٹ بذاتِ خود نہ مال ہے اور نہ ہی ان کی کوئی ذاتی قیمت ہے۔"

اسی طرح اس نقطہ نظر کے مطابق کاغذی نوٹوں کے ساتھ شرکت اور بیعِ سلم بھی درست نہیں، کیونکہ شرکت اور سلم میں سرمایہ کا نقد ہونا لازمی ہے جبکہ مذکورہ رائے کے مطابق کاغذی کرنسی قرض کی رسید ہے۔

علامہ مرغینانیؒ سلم کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"ولا يصح السلم حتى يقبض رأس المال قبل أن يفارقه فيه"28

"بیعِ سلم درست نہیں جب تک راس المال (سرمایہ) پر جدائی سے پہلے قبضہ نہ کیا جائے۔"

2۔ زکوٰۃ کی ادائیگی

اگر کوئی مالدار شخص زکوٰۃ میں نوٹ دیدے تو مذکورہ رائے کے مطابق اس نے در حقیقت سونے کی رسید فقیر کو دی ہے لہٰذا جب تک وہ فقیر ان نوٹوں کے بدلے سونا بینک سے وصول نہ کرے یا ان نوٹوں کے ذریعے کوئی سامان نہ خریدے اس وقت تک مالدار شخص کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور اگر استعمال کرنے سے پہلے یہ نوٹ فقیر کے پاس سے ضائع ہو جائیں تو مالدار شخص بری الذمہ نہیں ہوا بلکہ دوبارہ زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جس کے پاس نقد روپیہ کی جگہ کرنسی نوٹ ہیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ زکوٰۃ میں نوٹ دینا جائز ہے مگر جس کو نوٹ دیا ہے جب وہ اس کو کام میں لے آئے اس وقت زکوٰۃ ادا ہوگی۔"[29]

3۔ حقوق کی ادائیگی

ان حضرات کے نزدیک کسی کو حق کی ادائیگی میں نوٹ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مال نہیں دیا بلکہ اپنے مال کا حوالہ اس بینک پر کیا ہے جس نے یہ نوٹ جاری کئے ہیں۔ جس کی علامت نوٹ پر درج یہ عبارت ہے: "بینک ۔۔۔ روپیہ حاملِ ہٰذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔ لہٰذا فقہی اعتبار سے اس پر "حوالہ" کے احکام جاری ہوں گے، جس کا مطلب یہ ہے:

"نقل الدين من ذمة المحيل إلى ذمة المحتال عليه"[30]

"یعنی مدیون کے ذمے سے جس پر حوالہ کیا گیا ہے (جس کے ذمے مدیون کا قرض تھا) اس کی طرف دین (قرض) کو منتقل کرنا۔"

ان نوٹوں کے ذریعے دوسرے کا حق ادا کرنا وہاں جائز ہو گا جہاں حوالہ جائز ہوتا ہے، اور جہاں حوالہ جائز نہیں ہوتا وہاں ان نوٹوں کے ذریعے حقوق کی دائیگی بھی جائز نہیں۔ جس کی تفصیلات کتبِ فقہ میں مذکور ہیں۔

دوسرا موقف

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات میں تبدیلی واقع ہوگئی جس کے نتیجے میں کاغذی کرنسی (نوٹ) کے پشت پر سونے کا وجود نہیں رہا، بلکہ یہ نوٹ بذاتِ خود مستقل حیثیت اختیار کر گئے، اور ان پر لکھی گئی عبارت "حاملِ ہٰذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا" کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی چنانچہ کوئی شخص بھی نوٹ لے کر بینک جا کر سونے کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ لازمی و ضروری ہے کہ جتنے نوٹ جاری کئے گئے ہیں ان کے بقدر سونا بھی بینک کے پاس موجود ہو، بلکہ اب اس تحریر کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حکومت اس نوٹ کی ظاہری قیمت

(قوتِ خرید) کی ضامن ہے۔ لہٰذا اس بدلتی صورتحال کے پیشِ نظر نوٹ کی حیثیت مستقل کرنسی کی ہو گئی اس لئے بہت سے حضرات فقہاء کرامؒ اور اہلِ فتویٰ حضرات نے کرنسی نوٹ کو ثمنِ عرفی اور زرِ اصطلاحی قرار دیا۔

ثمنِ عرفی سے مراد وہ چیز ہے جو پیدائشی طور پر کرنسی کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ اصطلاح اور عرف کی وجہ سے ثمن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، چنانچہ اگر کسی وقت اصطلاح اور عرف ختم ہو جائے تو اس کی ثمنیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔[31]

علامہ فتح محمد لکھنویؒ اور مولانا عبد الحی لکھنویؒ کاغذی نوٹ کو ثمنِ عرفی قرار دیتے ہیں ان کی رائے کا خلاصہ یہ ہے:

"خرید و فروخت، اجارات اور تمام مالی معاملات میں ان نوٹوں کا رواج اور لین دین بعینہ حقیقی ثمن اور سکوں کی طرح ہے بلکہ حکومت نے لوگوں پر قرضوں اور حقوق کی ادائیگی میں اس کو قبول کرنے کو لازمی قرار دیا دے دیا ہے، لہٰذا موجودہ قانون میں قرض خواہ کو اس کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے قرض کے بدلے میں ان نوٹوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔۔۔۔ اس حیثیت سے یہ کاغذی نوٹ اب عرفی ثمن بن چکے ہیں۔"[32]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس رائے کو ترجیح دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ان تفصیلات کی روشنی میں راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ نوٹ کی حیثیت فی زماننا اصطلاحی ثمن کی ہو گئی ہے اور ہمارے زمانے کے عرف کے لحاظ سے اس میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے۔ آج جب ایک شخص دوسرے کو نوٹ ادا کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات بالکل نہیں رہتی کہ وہ اس کو وثیقہ ادا کر رہا ہے جس کی ادائیگی بینک کے ذمہ ہے بلکہ وہ اسے مستقل ثمن سمجھ کر ادا کرتا ہے۔"[33]

اس نقطہ نظر کے مطابق کاغذی نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ فوری طور پر ادا ہو جاتی ہے، اسی طرح ان کے ذریعہ سونے چاندی کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، اور شرکت و بیع سلم جیسے معاملات بھی جائز ہیں، تاہم مذکورہ عقود کے شرائط کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ نیز ان کے ذریعے ادائیگی کو حوالہ نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ ادا کنندہ نے حق کی ادائیگی کر لی۔

موجودہ صورتِ حال کے پیش نظر یہی رائے قوی اور راجح معلوم ہوتی ہے کہ کاغذی کرنسی رسید نہیں بلکہ قانونی زر اور ثمنِ عرفی کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، کیونکہ اس میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں، چنانچہ یہ قابلِ ذخیرہ اور قیمتوں کا پیمانہ بھی ہے اور لوگ اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ اور یہی زر کی شرعی حیثیت ہے۔

ڈیجیٹل کرنسی کی شرعی حیثیت

عصرِ حاضر میں ڈیجیٹل کرنسی کا رواج بھی مختلف ممالک میں شروع ہو چکا ہے اور اس کے مختلف اقسام پائے جاتے ہیں تاہم سب سے معروف شکل بٹ کوئن کی ہے۔ اس کی شرعی حیثیت معلوم ہونے سے پہلے مال کی تعریف اور حقیقت کا تعین ضروری ہے کیونکہ جو چیز مالِ متقوم ہوتی ہے اس کے ذریعے لین دین اور خرید فروخت شرعاً جائز ہوتی ہے۔ مال کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"المال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية إنما ثبت بتمول الناس كافة أو بتقوم البعض والتقوم يثبت بها وبإباحة الانتفاع له شرعا"[34]

"مال اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف طبیعتِ سلیمہ مائل ہو اور ضرورت کے لئے اس کو ذخیرہ کرنا ممکن ہو، کسی چیز کی مالیت ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ لوگ اس کو استعمال کرنے لگیں، اور کسی چیز کے متقوم بننے کے لئے مذکورہ شرط کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ازروئے شرع اس سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہو۔"

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں کسی چیز کے مالِ شرعی ہونے کے لئے درج ذیل امور ضروری ہیں:

1۔ وہ چیز ایسی ہو جس کی طرف فطرتِ سلیمہ کا میلان ہو، نہ کہ فطرتِ سلیمہ اس سے نفرت کرے۔

2۔ اس چیز کو آئندہ کام میں لانے کے لئے سٹاک کرنا ممکن ہو۔

3۔ عرف میں اس چیز کو مال کی حیثیت سے استعمال کیا جانے لگے۔

4۔ شرعی اصول اور احکام کی رو سے اس سے انتفاع ممنوع نہ ہو۔

چونکہ بٹ کوئن ایسی چیز نہیں جس سے طبیعتِ سلیمہ نفرت کرے، نیز اس کو کمپیوٹر یا کسی ڈیوائس میں ذخیرہ اور محفوظ کرنا بھی ممکن ہے، اسی طرح دنیا کے تقریباً پچاس فیصد ممالک اس طرح کی کرنسی سے انجام دئے جانے والے معاملات کو قانونی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں۔[35] لہٰذا مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں بٹ کوئن پر مال کا اطلاق ہو سکتا ہے اور اس کے ذریعے انجام پانے والے معاملات درست ہو سکتے ہیں مگر ایک شرط کا لحاظ بہر حال ضروری ہے جس کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے اور وہ یہ کہ دھوکہ اور فراڈ سے بچنے کی خاطر چونکہ زر کے اجراء کا اختیار فقہاء کرامؒ کی تصریحات کے مطابق صرف حکومت کو ہوتا ہے، اس لئے بٹ کوئن کے ذریعے طے پانے والے معاملات

کو تب جائز کہا جائے گا جب حکومت اس کی قانونی حیثیت بھی تسلیم کرے اور اس کے تحفظ کے لئے عملی اقدامات بھی کرے، کیونکہ فی الحال اس کا اجراء عوامی سطح پر ہوتا ہے اور اس میں عوام کے اموال کے عدمِ تحفظ کے خطرے کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ یہ کہ بٹ کوئن میں مال بننے کی دیگر شرائط پائی جاتی ہیں مگر غرر اور دھوکہ سے بچنے کے لئے قانونی اجازت اور حکومتی سطح پر حفاظتی اقدامات ضروری ہیں۔

خلاصہ و نتائج بحث

1۔ کسی چیز کے زر بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عرف میں آلہ مبادلہ، قیمتوں کا پیمانہ، مال محفوظ کرنے کا ذریعہ اور اس کی طرف انسانی طبیعت کی میلان ہو۔

2۔ زر مختلف اجناس اور نمک سے کاغذی کرنسی اور موجودہ ڈیجیٹل کرنسی تک پہنچنے میں بہت سے ارتقائی مراحل طے کر چکا ہے۔

3۔ موجودہ حالات کے مطابق راجح بات یہ ہے کہ کاغذی کرنسی قانونی زر اور ثمنِ عرفی ہے نہ کہ وثیقہ اور رسید۔

4۔ عصرِ حاضر میں رائج ہونے والی ڈیجیٹل کرنسی کی معروف قسم بٹ کوئن پر اگرچہ مال کا اطلاق کیا جاسکتا ہے لیکن حکومتی سرپرستی اور قانونی تحفظ کی فراہمی تک اس کے ذریعے معاملات انجام دینے سے اجتناب کیا جائے۔

5۔ زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح مالی معاملات میں بھی احکامِ شرعیہ کی پاسداری ضروری ہے اور عصرِ حاضر کی بدلتی دنیا میں نت نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت اور ان سے مستنبط اصول سے استفادہ کرکے قابلِ عمل حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

تجاویز و سفارشات

1۔ کرنسی کے بارے میں عربی زبان میں اگرچہ کافی مواد موجود ہے اور اس کے مختلف جہات پر تحقیقی کام ہوا ہے تاہم اردو زبان میں اس حوالے سے تشنگی محسوس ہوتی ہے لہٰذا اس کی مختلف حیثیتوں اور جہات پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

2۔ سونے چاندی کی خرید و فروخت اور لین دین کے اپنے مخصوص احکام ہیں جن میں بعض شرائط عام بیوعات سے زیادہ ہیں، اس لحاظ سے اس شعبے سے وابستہ لوگوں کو ان احکام سے باخبر کرنے اور انہیں ان احکام سے روشناس کرانے کے لئے اہلِ علم اور اربابِ تحقیق کی توجہ کی ضرورت ہے۔

3۔ کرنسی کی شکلیں وقت گزرنے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں، لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ نئی رائج صورتوں کی شرعی حیثیت سے لوگوں کو باخبر کرنے کے سلسلے میں اہلِ علم کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔

4۔ ڈیجیٹل کرنسی جو دنیا کے مختلف ممالک میں کسی نہ کسی شکل میں رائج ہے اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے، کیونکہ اس میں کئی شرعی اور معاشی خرابیاں ہیں۔

5۔ اسلامی ممالک کو چاہئے کہ اپنی مشترکہ کرنسی کو رواج دینے کی جانب پیش قدمی کریں اور متفقہ طور پر کوئی لائحہ عمل طے کرکے اس پر عمل درآمد شروع کریں تاکہ اس معاملے میں وہ غیروں کے رحم و کرم پر نہ رہیں۔

6-یونیورسٹیوں اور جامعات کی سطح پر ڈیجیٹل کرنسی کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی مقالہ جات لکھوائے جائیں، تاکہ اس کی شرعی و معاشی حیثیت واضح ہو سکے۔

حوالہ جات

[1] تاج العروس، محمد بن محمد الملقب بمرتضی، الزّبیدی، دار الھدایۃ، ج:9، ص:230۔

[2] المعجم الوسیط، ابراہیم مصطفی، احمد الزیات، حامد عبد القادر، محمد النجار، دار الدعوۃ، ج:2، ص:944۔

[3] المبسوط، محمد بن احمد، شمس الائمۃ سرخسی (التوفی:483ھ)، دار المعرفۃ، بیروت، 1414ھ، کتاب البیوع، باب السلم فی الثیاب، (12/137)

[4] الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، الکویت، ط:2، طبع الوزارۃ، ج:41، ص:173۔

[5] مجلۃ البحوث الاسلامیۃ، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد، موقع الرئاسۃ العامۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، ج:1، ص:200۔

[6] المدونۃ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، کتاب الصرف، التاخیر فی صرف الفلوس، ج:3، ص:5۔

[7] البحر الرائق، زین الدین ابن نجیم الحنفی، سنۃ الوفاۃ970ھ، دار المعرفۃ، بیروت، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج:2، ص:245۔

[8] کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقا اور شرعی حیثیت، ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، فضلی سنز، کراچی، ط:1، 1998ء، ص:10۔

[9] یوسف:20۔

[10] فقہی مقالات، مفتی محمد تقی عثمانی، میمن اسلامک پبلشرز، ط:2011ء، ج:1، ص:16۔

[11] سنن ابی داود، ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، کتاب البیوع، باب فی قول النبی- صلی اللہ علیہ وسلم -:"المکیال مکیال اہل المدینۃ"، رقم:3340، (227/5)۔

[12] اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الاحکام السلطانیۃ، قاضی ابو یعلی، محمد بن حسین ابن الفراء (المتوفی:458ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط:2، 1421ھ، ص:175، 174۔

[13] معالم السنن، ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی (المتوفی:388ھ)، المطبعۃ العلمیۃ، حلب، ط:1، 1351ھ، کتاب البیوع، من باب الرجحان فی الوزن، ج:3، ص:61۔

[14] مقدمہ تاریخ ابن خلدون، علامہ عبد الرحمٰن بن خلدون، ترجمہ مولانا عبد الرحمٰن دہلوی، دار الاشاعت، کراچی، 2009، ج:1، ص:281۔

[15] الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، الکویت، ط:2، دار السلاسل، حرف الدال، الدرہم، ج:20، ص:249۔

[16] الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، حرف الدال، الدرہم، ج:20، ص:249۔

[17] الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، حرف الدال، الدینار، ج:21، ص:28۔

[18] مقدمہ تاریخ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن خلدون، ترجمہ مولانا عبد الرحمٰن، دار الاشاعت، کراچی، 2009، ج:1، ص:281۔

[19] اسلامی اوزان، فاروق اصغر صارم، ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی، گوجرانوالہ، س ن، ص:19۔

[20] الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، الکویت، ط:2، حرف النون، الاحکام المتعلقۃ بالنقود، ج:41، ص:176۔

[21] اسلام اور جدید معاشی مسائل، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط:1، 1429ھ، ج:3، ص:145۔

[22] ہفتہ وار، شریعہ اینڈ بزنس، انعام اللہ بھکروی، دسمبر، 2017ء۔

[23] http://dailypakistan.com.pk/special-report/31-Mar-2014/88187۔

[24] بٹ کوائن اور دیگر ڈیجیٹل کرنسیوں کی تفاصیل کے لئے مندرجہ ذیل لنکس ملاحظہ ہوں:

http://www.ittaleem.com/urduh-tutorials۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Cryptocurrency۔

[25] المجموع شرح المہذب، ابو زکریا محی الدین یحی بن شرف نووی (المتوفی:676ھ)، دار الفکر، س ن، باب زکاۃ الذہب والفضۃ، ج:6، ص:12، 11۔

[26] الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، الکویت، طبع الوزارۃ، ط:1427، 2، حرف النون، الاحکام المتعلقۃ بالنقود، ج:41، ص:178، 179۔

[27] اضواء البیان، محمد امین بن محمد مختار شنقیطی (المتوفی:1393ھ)، دار الفکر، بیروت، 1415ھ، ج:1، ص:182۔

[28] الھدایۃ، علی بن ابی بکر، مرغینانی، (المتوفی:593ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، کتاب البیوع، باب السلم، ج:3، ص:74۔

[29] کفایت المفتی، مفتی کفایت اللہ، دار الاشاعت، کراچی، ط:2001ء، ج:8، ص:112۔

[30] الدر المختار، محمد علاء الدین حصکفی، دار الفکر، بیروت، س ن، کتاب البیوع، باب الحوالۃ، ج:5، ص:477۔

[31] فتح القدیر، کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی (المتوفی:861ھ)، دار الفکر، س، ن، کتاب الصرف، ج:7، ص:155۔

[32] فقہی مقالات، مفتی محمد تقی عثمانی، میمن اسلامک پبلشرز، ط:2011ء، ج:1، ص25۔

[33] کاغذی نوٹوں کی فقہی حیثیت، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن، کراچی، ط:2009ء، ج:2، ص:67۔

[34] البحر الرائق، زین الدین، المعروف بابن نجیم (المتوفی:970ھ)، دار الکتاب الاسلامی، بیروت، ط:2، کتاب البیع، ج:5، ص:277۔

[35] www.almuftionline.com۔

English Refrences:

1- Al-Quran.
2- Adwa al-Bayan. Muhammad Amin Shanqiti. Beirut: Dar al-Fikar. 1415H.
3- Al-Ahkam al-Sultaniya. Muhammad bin al-Husain. Beirut: Dar ul-Kut al-Ilmia. 1421H.
4- Al-Bahr ul-Raiq. Zain ul-din Ibn e Nujeim. Beirut: Dar ul-Kitab al-Islami.
5- Al-Dur al-Mukhtar. Muhammad Ala ul-Din. Beirut: Dar al-Fikar.
6- Al-Hidaya. Ali bin Abi Bakar. Beirut: Dar Ihya al-Turas al-Arabi.
7- Al-Mabsoot. Muhammad bin Ahmad Al-Sarakhsi. Beirut: Dar ul-Marifah. 1414H.
8- Al- Majmoo. Yahya bin Sharf Al-Nawvi. Beirut: Dar al-Fikar.
9- Al-Mujam al-Waseet. Ibrahim Mustafa, Ahmad Zayyat. Dar al-Dawah.
10- Al-Mosowah al-Fiqhiya al-Koweitiya. Kuwait: Ministry of Endowments.
11- Al-Mudawwana. Malik bin Anas. Beirut: Dar ul-Kut al-Ilmia.
12- Al-Muqaddama. Ibn e Khaldoon.Karachi: Dar ul-Ishaat. 2009.
13- Taj al-Uroos. Muhammad bin Muhammad Al-Zubeidi. Beirut: Dar al-Hidaya.
14- Islam aur Jadid Maashi Masail. Mufti Muhammad Taqi Usmani. Lahore: Idara Islamiat. 1429H.
15- Islami Aozan. Farooq Asghar Sarim. Gojranwala: Idara Ihya al-Tahqiq al-Islami.
16- Fath ul-Qadeer. Kamal ud din Muhammad bin Abdul Wahid. Beirut: Dar al-Fikar.
17- Fiqhi Maqalat. Mufti Muhammad Taqi Usmani. Karachi: Meman Islamic Publisher. 2011.
18- Jadid Fiqhi Mabahith. Khalid Saif ullah Rahmani. Krachi: Idara al-Quran. 2009.
19- Shariah and Buisness. Inamullah Bhakrvi. Karachi. Dec 2017.
20- Sunan Abi Daud. Abu Daud Sulaiman bin Ashas. Beirut: Dar al-Risala al-Aalamia.
21- Kifayat ul-Mufti. Mufti Kifayat ul-Allah. Krachi: Dar ul-Ishaat. 2001.
22- Majalla al-Buhuth al-Islamia.
23- Kaghazi Currenci ki Tarikh. Dr Noor Ahmad Shahtaz. Krachi: Fazli sons 1998.
24- Maalim al-Sunan. Ahmd bin Muhammad al-Khattabi. Halb: al-matba al-Ilmia. 1351H.
25- http://dailypakistan.com.pk/special-report/31-Mar-2014/88187۔
26- http://www.ittaleem.com/urduh-tutorials۔
27- http://en.wikipedia.org/wiki/Cryptocurrency۔
28- www.almuftionline.com۔